عبادات اسلامی پر ایک تحقیقی نظر

عبادت کا جاہلی تصور اسلام میں عبادت کا مفہوم محض پوجا (Worship) کا نہیں ہے بلکہ بندگی (obedience) کا ہے۔ عبادت کو محض پوجا کے معنی میں لینا دراصل جاہلیت کا تصور ہے۔ جاہل لوگ اپنے معبود کو انسانوں پر قیاس کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح بڑے آدمی، سردار یا بادشاہ، خوشامد سے خوش ہوتے ہیں، نذرانے پیش کرنے سے مہربان ہو جاتے ہیں، ذلت و عاجزی کے ساتھ ہاتھ جوڑنے اور سر جھکانے سے پسیج جاتے ہیں، اور اُن سے یونہی کام نکالا جا سکتا ہے، اسی طرح اُن کا معبود بھی انسان سے خوشامد، نذرونیاز اور اظہار عاجزی کا طالب ہے، انہی تدبیروں سے اس کو اپنے حال پر مہربان کیا جا سکتا ہے اور اس کو خوش کر کے کام نکالا جا سکتا ہے۔ اس تصور کی بنا پر جاہلی مذاہب چند مخصوص اوقات میں مخصوص مراسم ادا کرنے کو عبادت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

عبادت کا جوگیانہ تصور اسی طرح اسلام میں عبادت کا مفہوم یہ بھی نہیں ہے کہ آدمی دنیا کی زندگی سے الگ ہو کر خدا سے لَو لگائے، مراقبہ (Meditation) نفس کشی (Self-annihilation) اور مجاہدات و ریاضات (spiritual exercises) کے ذریعہ سے اپنی اندرونی قوتوں کو نشوونما دے، کشف و کرامت کی قوتیں اپنے اندر پیدا کرے، اور دنیوی زندگی کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کر کے اخروی نجات حاصل کرلے۔ عبادت کا یہ تصور اُن مذاہب میں پایا جاتا ہے جن کی بنیاد زندگی کے راہبانہ تصور (Ascetic view of life) پر ہے۔ جو اس دنیا کو

انسان کے لیے قید خانہ اور جسم کو روح کے لیے قفس سمجھتے ہیں۔ جن کے نزدیک دینداری اور دنیا داری ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جو دنیا کی زندگی اور اس کی ذمہ داریوں اور اس کے تعلقات سے باہر نجات کا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ جن کے نزدیک روحانی ترقی کے لیے مادّی انحطاط یا مادیات سے بے تعلقی ناگزیر ہے۔

عبادت کا اسلامی تصور اسلام کا تصور ان دونوں سے مختلف ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انسان خدائے واحد کا بندہ ہے۔ اس کا خالق، اس کا رازق، اس کا مالک، اس کا حاکم صرف خداوند عالم ہے خدا نے اس زمین پر اُس کو اپنے خلیفہ کی حیثیت سے مامور کیا ہے۔ یہاں کچھ اختیارات اس کو عطا کیے ہیں۔ کچھ ذمہ داریاں اور کچھ خدمتیں اس کے سپرد کی ہیں۔ اپنی مملکت اور اپنی رعیت کے ایک حصہ پر اس کو کچھ اقتدار دیا ہے۔ اس کا کام یہاں اپنے مالک کے مقصد کو پورا کرنا ہے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور ادا کرنا ہے۔ آقا کی سپرد کی ہوئی خدمتوں کو بجالانا ہے۔ اپنے اختیارات کو اور اپنی قوتوں کو حاکم اصلی کے قانون اور اسکی رضا کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ جس قدر زیادہ سرگرمی و جانفشانی کے ساتھ وہ زمین کی زندگی میں اپنی ذمہ داریوں اور اپنی متعلقہ خدمات کو بجالائیگا اور جتنی زیادہ وفاداری اور فرمانبرداری کے ساتھ اپنے اختیارات کے استعمال میں مالک کے قانون کی پیروی کریگا، اتنا ہی زیادہ وہ کامیاب ہوگا۔ اسکی آئندہ ترقی کا انحصار اسی پر ہے کہ زمین میں اپنی ماموریت کی مدت ختم کرنے کے بعد جب وہ مالک کے سامنے حساب کے لیے پیش ہو تو اس کے کارنامۂ زندگی سے یہ ثابت ہو کہ وہ ایک فرض شناس اور مطیع و فرمانبردار بندہ تھا، نہ یہ کہ سُست کام چور، نافرض شناس تھا، یا یہ کہ باغی و نافرمان تھا۔

اس نقطۂ نظر سے عبادت کے وہ دونوں تصور جو ابتدا میں بیان کیے گئے ہیں غلط اور قطعی غلط ہیں۔ جو شخص اپنے اوقات میں سے تھوڑا سا وقت خدا کو پوجنے کے لیے الگ کرتا ہے

اور اُس تھوڑے سے وقت میں عبادت کے چند مخصوص مراسم ادا کر دینے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ میں نے خدا کا حق ادا کر دیا ہے اب میں آزاد ہوں کہ اپنی زندگی کے معاملات کو جس طرح چاہوں انجام دوں۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے، جیسے کوئی ملازم جسے آپ نے رات دن کے لیے نوکر رکھا ہو، اور جسے پوری تنخواہ دے کر آپ پرورش کر رہے ہوں، وہ بس صبح شام آکر آپ کو جھک جھک کر سلام کر دیا کرے اور اس کے بعد آزادی کے ساتھ جہاں چاہے کھیلتا پھرے یا جس جس کی چاہے نوکری بجا لائے۔ اسی طرح جو شخص دنیا اور اسکے معاملات سے الگ ہو کر ایک گوشے میں جا بیٹھتا ہے اور اپنا سارا وقت نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے، قرآن پڑھنے اور تسبیح پھرانے میں صرف کر دیتا ہے، اسکی مثال اُس شخص کی سی ہے جسے آپ اپنے باغ کی رکھوالی کے لیے مقرر کریں، اگر وہ باغ کو اور اسکے کام کاج کو چھوڑ کر آپ کے سامنے ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑا رہے، صبح سے شام اور شام سے صبح تک آقا آقا پکارتا رہے، اور باغبانی کے متعلق جو ہدایات آپ نے اسے دی ہیں ان کو نہایت خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ بس پڑھتا ہی رہے، اُن کے مطابق باغ کی اصلاح و ترقی کے لیے کام ذرا نہ کرے۔ ایسے ملازموں کے متعلق جو کچھ رائے آپ قائم کرینگے وہی رائے اسلام کی بھی ایسے عبادت گزاروں کے متعلق ہے۔ اور جو برتاؤ اس قسم کے ملازموں کے ساتھ آپ کرینگے وہی برتاؤ ان غلط تصورات کے تحت عبادت کرنے والوں کے ساتھ خدا بھی کریگا۔

اسلام کا تصور عبادت یہ ہے کہ آپ کی ساری زندگی خدا کی بندگی میں بسر ہو۔ آپ اپنے آپ کو دائمی اور ہمہ وقتی ملازم (whole-time servant) سمجھیں۔ آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو۔ اس دنیا میں آپ جو کچھ بھی کریں خدا کی شریعت کے مطابق کریں۔ آپ کا سونا اور جاگنا، آپ کا کھانا اور پینا، آپ کا چلنا اور پھرنا، غرض سب کچھ خدا کے قانونِ شرعی[۱] کی پابندی میں ہو۔ خدا نے جن تعلقات میں آپ کو باندھا ہے اُن سب میں آپ بندھیں،

[۱] موجودہ زمانہ میں ایک صاحب نے قانون شرعی (Moral law) اور قانون طبیعی (Physical law) (۴۹)) بقیہ حاشیہ دیکھیے صفحہ ۵۰ پر

اور اُن کو اُس طریقے سے جوڑیں یا توڑیں جس طریقے سے خدا نے انہیں جوڑنے یا توڑنے کا حکم دیا ہے۔ خدا نے جو خدمات آپ کے سپرد کی ہیں اور دنیوی زندگی میں جو فرائض آپ سے متعلق کیے ہیں، اُن سب کا بار آپ نفس کی پوری رضامندی کے ساتھ سنبھالیں اور ان کو اس طریقہ سے ادا کریں جسکی طرف خدا نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے آپ کی رہنمائی کی ہے۔ آپ ہر وقت ہر کام میں خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اور یہ سمجھیں کہ آپ کو اپنی ایک ایک حرکت کا حساب دینا ہے۔ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ، اپنے محلہ میں ہمسایوں کے ساتھ، اپنی سوسائیٹی میں دوستوں کے ساتھ، اور اپنے کاروبار میں اہل معاملہ کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت ایک ایک بات اور ایک ایک کام میں خدا کی مقرر کردہ حدود کا آپ کو خیال رہے۔ جب آپ رات کے اندھیرے میں ہوں اور کوئی نافرمانی اس طرح کر سکتے ہوں کہ کوئی آپ کو دیکھنے والا نہ ہو، اُس وقت بھی آپ کو یہ خیال رہے کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔ جب آپ جنگل میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۹ — کے فرق کو نظر انداز کر کے گمراہیوں کا ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اُن کے نزدیک عبادت الٰہی محض قانونِ طبیعی کی پیروی کا نام ہے قطع نظر اسکے کہ قانونِ شرعی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اس بنا پر وہ اُن لوگوں کو بھی خدا کا عبادت گذار اور خلیفۂ الٰہی اور صالح و مومن قرار دیتے ہیں جو قانونِ طبیعی کے ماتحت تنظیم اور سائنٹفک ایجادات کے ذریعہ سے طاقت بہم پہنچالیں اگرچہ اس طاقت سے کام لینے میں خدا کے قانونِ شرعی کے پابند نہ ہوں۔ یہ ایسی زبردست غلطی ہے جس نے کفر کو عین اسلام، بغاوت کو عین عبادت اور معصیت کو عین طاعت بنا کر رکھ دیا ہے، اور اسلام کے مشن کی اصلی روح ہی کو مسخ کر ڈالا ہے۔ اِن صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام کے آنے کا تو بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ آدمی کو قانونِ طبیعی سے قانونِ شرعی کے تحت کام لینے کی تعلیم دے۔ اگر انسان محض قانونِ طبیعی کے تحت عمل کرنے کے لیے ہوتا تو اس چیز کی تعلیم دینے کے لیے کسی نبی اور کسی کتاب کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسکے لیے تو حیوانی جبلت ہی کافی تھی۔ اگر آدمی کا کام محض قانونِ طبیعی پر عمل کرنا ہی ہو تو اُس میں اور جانور میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ جس طرح بھیڑیا بکری کو پھاڑ کھاتا ہے، اور یہ اسکے لیے قانونِ طبیعی ہے، اسی طرح ایک آدمی اگر دوسرے آدمی سے زیادہ طاقت رکھتا ہے اور اس کو پھاڑ کھاتا ہے تو یہ اسکے لیے بھی قانونِ طبیعی ہے۔ ایک قوم اگر دوسری قوم سے زیادہ ہوائی جہاز اور بم بنا سکتی ہے اور اس طاقت سے کام لے کر اسے اپنا بندہ بنا لیتی ہے تو یہ بھی اس کے لیے قانونِ طبیعی ہے۔ یہ نظریہ انسان کو انسانیت کے درجہ سے گرا کر درندوں اور موذی جانوروں کے مرتبہ میں پہنچا دیتا ہے، اور اسلام اس سے ہزاروں کوس دور ہے کہ انسان کی اس حیوانیت کو خدا کی عبادت قرار دے۔

جا رہے ہوں اور وہاں کوئی جرم اس طرح کر سکتے ہوں کہ کسی پکڑنے والے اور کسی گواہی دینے والے کا کھٹکا نہ ہو، اُس وقت بھی آپ خدا کو یاد کر کے ڈر جائیں اور جرم سے باز رہیں۔ جب آپ جھوٹ، بے ایمانی اور ظلم سے بہت سا فائدہ حاصل کر سکتے ہوں اور کوئی آپ کو روکنے والا نہ ہو، اُس وقت بھی آپ خدا سے ڈریں اور اس فائدے کو اسلیے چھوڑ دیں کہ خدا اس سے ناراض ہوگا۔ اور جب سچائی اور ایمانداری میں سراسر آپ کو نقصان پہنچتا ہو، اُس وقت بھی آپ نقصان اٹھانا قبول کرلیں، صرف اس لیے کہ خدا اس سے خوش ہوگا۔

پس دنیا کو چھوڑ کر کونوں اور گوشوں میں جا بیٹھنا اور اللہ اللہ کرنا عبادت نہیں ہے، بلکہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اور دنیوی زندگی کی ساری ذمہ داریوں کو سنبھال کر خدا کے قانون کی پابندی کرنا عبادت ہے۔ ذکر الٰہی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زبان پر اللہ اللہ جاری ہو، بلکہ اصلی ذکر الٰہی یہ ہے کہ جو چیزیں خدا سے غافل کرنے والی ہیں اُن میں پھنسو اور پھر خدا سے غافل نہ ہو۔ دنیا کی زندگی میں جہاں قانون الٰہی کو توڑنے کے بے شمار مواقع، بڑے بڑے فائدوں کا لالچ اور بڑے بڑے نقصانوں کا خوف لیے ہوئے سامنے آتے ہیں، وہاں خدا کو یاد کرو اور اس کے قانون کی پیروی پر قائم رہو۔ حکومت کی کرسی پر بیٹھو اور وہاں یاد رکھو کہ میں بندوں کا خدا نہیں ہوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔ عدالت کے منصب پر متمکن ہو اور وہاں ظلم پر قادر ہونے کے باوجود خیال رکھو کہ خدا کی طرف سے میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں۔ زمین کے خزانوں پر قابض و متصرف ہو اور پھر یاد رکھو کہ میں ان خزانوں کا مالک نہیں بلکہ امین ہوں اور پائی پائی کا حساب مجھے اصلی مالک کو دینا ہے۔ فوجوں کے کمانڈر بنو اور پھر خوف خدا تمہیں طاقت کے نشے میں مدہوش ہونے سے بچاتا رہے۔ سیاست و جہانبانی کا کٹھن کام ہاتھ میں لو اور پھر سچائی، انصاف اور حق پسندی کے مستقل اصولوں پر عمل کر کے دکھاؤ۔ تجارت اور مالیات اور صنعت کی باگیں سنبھالو

اور پھر کامیابی کے ذرائع میں پاک اور ناپاک کا امتیاز کرتے ہوئے چلو۔ ایک ایک قدم پر حرام تمہارے سامنے ہزار خوبصورتیوں کے ساتھ آئے اور پھر تمہاری رفتار میں لغزش نہ آنے پائے۔ ہر طرف ظلم اور جھوٹ اور دغا اور فریب اور بدکاری کے راستے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہوں اور دنیوی کامیابیاں اور مادّی لذتیں ہر راستے کے سرے پر جگمگاتے ہوئے تاج پہنے کھڑی نظر آئیں اور پھر خدا کی یاد اور آخرت کی باز پرس کا خوف تمہارے لیے بندِ پا بن جائے۔ حدود اللہ میں سے ایک ایک حد کے قائم کرنے میں ہزاروں مشکلیں دکھائی دیں، حق کا دامن تھامنے اور عدل و صداقت پر قائم رہنے میں جان و مال کا زیاں نظر آئے، اور خدا کے قانون کی پیروی کرنا زمین و آسمان کو دشمن بنا لینے کا ہم معنی ہو جائے، پھر بھی تمہارا ارادہ متزلزل نہ ہو اور تمہاری جبینِ عزم پر شکن تک نہ آنے پائے۔ یہ ہے اصلی عبادت۔ اس کا نام ہے یادِ خدا۔ اسی کو ذکرِ الٰہی کہتے ہیں، اور یہی وہ ذکر ہے جس کی طرف قرآن میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

روحانی ارتقاء اور خدا کی یافت کا راستہ اسلام نے روحانی ترقی اور خدا کی یافت کا بھی یہی راستہ بتایا ہے۔ انسان خدا کو جنگلوں اور پہاڑوں میں یا عزلت کے گوشوں میں نہیں پا سکتا۔ خدا اس کو انسانوں کے درمیان، دنیوی زندگی کے ہنگامۂ کارزار میں ملیگا اور اس قدر قریب ملیگا کہ گویا وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ جس کے سامنے حرام کے فائدے، ظلم کے مواقع اور بدکاری کے راستے قدم قدم پر آئے اور ہر قدم پر وہ خدا سے ڈر کر ان سے بچتا ہوا چلا اُسے خدا کی یافت ہو گئی۔ ہر قدم پر وہ اپنے خدا کو پاتا رہا۔ بلکہ آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ نہ پاتا اور نہ دیکھتا تو اس دشوار گذار گھاٹی سے بخیریت کیونکر گذر سکتا تھا؟ جس نے گھر میں، بازار میں، تفریح کے لمحوں میں اور کاروبار کے ہنگاموں میں ہر کام اس احساس کے ساتھ کیا کہ خدا مجھ سے دور نہیں ہے اُس نے خدا کو

ہر لمحہ اپنے سے قریب اور بہت قریب پایا۔ جس نے سیاست اور حکومت اور جنگ اور مالیات اور صنعت و تجارت جیسے ایمان کی سخت آزمائش کرنے والے کام کیے اور یہاں کامیابی کے شیطانی ذرائع سے بچ کر خدا کے مقرر کیے ہوئے حدود کا پابند رہا اُس سے بڑھ کر مضبوط اور سچا ایمان اور کس کا ہو سکتا ہے؟ اُس سے زیادہ خدا کی معرفت اور کسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اگر وہ خدا کا ولی اور مقرب بندہ نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟

اسلامی نقطۂ نظر سے انسان کی روحانی قوتوں کے نشوونما کا راستہ یہی ہے۔ روحانی ارتقاء اس کا نام نہیں ہے کہ آپ پہلوان کی طرح ورزشیں کر کے اپنی قوت ارادی (will power) کو بڑھا لیں اور اس کے زور سے کشف و کرامت کے شعبدے دکھانے لگیں۔ بلکہ روحانی ارتقاء اس کا نام ہے کہ آپ اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پائیں، اپنے ذہن اور جسم کی تمام طاقتوں سے صحیح کام لیں، اور اپنے اخلاق میں خدا کے اخلاق سے قریب تر ہونے کی کوشش کریں۔ دنیوی زندگی میں، جہاں قدم قدم پر آزمائش کے مواقع پیش آتے ہیں، اگر آپ حیوانی اور شیطانی طریق کار سے بچتے ہوئے چلیں، اور پورے شعور اور صحیح تمیز کے ساتھ اُس طریقہ پر ثابت قدم رہیں جو انسان کے شایانِ شان ہے، تو آپ کی انسانیت یوماً فیوماً ترقی کرتی چلی جائیگی اور آپ روز بروز خدا سے قریب ہوتے جائینگے۔ اس کے سوا روحانی ترقی اور کسی چیز کا نام نہیں۔

اسلام میں مراسم عبادت کی کیا حیثیت ہے؟ یہ خلاصہ ہے اسلامی تصور عبادت کا۔ اسلام انسان کی پوری دنیوی زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے، اس کا مطالبہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو، لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے ساتھ ہی یہ بات لازم آجاتی ہے کہ جس اللہ کو آدمی نے اپنا معبود تسلیم کیا ہے، اُس کا عبد یعنی بندہ بن کر رہے، اور بندہ بنکر رہنے ہی کا نام عبادت ہے۔ کہنے کو تو یہ بہت چھوٹی سی بات ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ اسے زبان سے

ادا کر دیا جا سکتا ہے، مگر عملاً آدمی کی ساری زندگی کا اپنے تمام گوشوں کے ساتھ عبادت بن جانا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے بڑی زبردست ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ اسکے لیے ضروری ہے کہ خاص طور پر ذہن کی تربیت کی جائے، مضبوط کیرکٹر پیدا کیا جائے۔ عادات اور خصائل کو ایک خاص سانچے میں ڈھالا جائے۔ اور صرف انفرادی سیرت ہی کی تعمیر پر اکتفا نہ کر لیا جائے۔ بلکہ ایک ایسا اجتماعی نظام قائم کیا جائے جو بڑے پیمانے پر افراد کو اس عبادت کے لیے تیار کرنے والا ہو، اور جس میں جماعت کی طاقت فرد کی پشت پناہ، اُسکی مددگار اور اُسکی کمزوریوں کی تلافی کرنے والی ہو۔ یہی غرض ہے جس کے لیے اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں۔ ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہی عبادت ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اُس اصلی عبادت کے لیے آدمی کو تیار کرتی ہیں۔ یہ اُس کے لیے لازمی ٹریننگ کورس ہیں۔ انہی سے وہ مخصوص ذہنیت بنتی ہے، اُس خاص کیرکٹر کی تشکیل ہوتی ہے، منظم عادات و خصائل کا وہ پختہ سانچہ بنتا ہے، اور اُس اجتماعی نظام کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں جس کے بغیر انسان کی زندگی کسی طرح عبادتِ الٰہی میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔ ان چار چیزوں کے سوا اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے۔ اسی بنا پر ان کو ارکانِ اسلام[۵۵] قرار دیا گیا ہے، یعنی یہ وہ ستون ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی اور قائم رہتی ہے۔

---

[۵۵] اُنہی صاحب نے جنکا ذکر اس سے پہلے حاشیہ میں کیا جا چکا ہے، کلمۂ شہادت اور اِن چاروں عبادتوں کے ارکان اسلام ہونے کا صاف انکار کر دیا ہے اور اس کے بجائے اپنی طرف سے اسلام کے دس ارکان تصنیف کیے ہیں۔ یہ صاحب جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ انکو نہ اسلام سے کوئی واقفیت ہے، نہ لفظ رکن کے معنی و مفہوم کو وہ جانتے ہیں، نہ انہیں یہ خبر ہے کہ یہ پانچوں چیزیں کس حیثیت سے اسلام کی رکن قرار دی گئی ہیں، نہ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ پانچوں چیزیں موجود نہ ہوں تو اسلام سرے سے کسی چیز کا نام ہی نہیں رہتا۔ اس پر مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ خدا کے پیغمبر نے جن چیزوں کو ارکان اسلام قرار دیا ہے، اُن کو تو یہ حضرت فرماتے ہیں کہ ارکان اسلام نہیں ہیں۔ اور خود انہوں نے جن دس باتوں کو تصنیف کیا ہے انہیں یہ ارکان اسلام قرار دیتے ہیں۔ گویا آنجناب کے نزدیک اسلام اُس دین کا نام نہیں ہے جسے خدا کے رسول نے پیش کیا تھا، بلکہ جس چیز کو یہ کیمبرج کا رنگیلا وضع کرے اس کا نام اسلام ہے۔ ایک طرف ان بزرگ کے یہ تفاوِلات ہیں اور دوسری طرف عام لوگوں میں علم کی کمی اور دنیا پرستی کی زیادتی کا یہ حال ہے کہ ایسے شخص کی قیادت میں جو تنظیم ہو اسے وہ اسلامی تنظیم اور اسلامی نظام امارت سمجھتے ہیں۔ گویا انکے نزدیک امیر کے عقیدہ اور علم دین اور اخلاق کو دیکھنے کی حاجت نہیں۔ نفس تنظیم اور نفس نظام امارت مقصود بالذات ہے، خواہ عمر فاروق کے تحت ہو، خواہ ہٹلر یا مسولینی کے تحت ہی میسر آجائے۔ خدا کی پناہ۔ (۵۴) اِس دور کے فتنے کس حد تک پہنچ رہے ہیں!

آیئے، اب ہم دیکھیں کہ ان میں سے ایک ایک رکن اسلامی زندگی کی عمارت کو کس طرح قائم کرتا ہے، اور کس طرح انسان کو اُس بڑی عبادت کے لیے تیار کرتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

۱۔ نماز

یاد دہانی انسان کی زندگی کو عبادت میں تبدیل کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اسکے ذہن میں اس بات کا شعور ہر وقت تازہ، ہر وقت زندہ اور ہر وقت کارفرما ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے اور اسے دنیا میں سب کچھ بندہ ہونے کی حیثیت ہی سے کرنا ہے۔ اس شعور کو بار بار ابھارنے اور تازہ کرنے کی ضرورت اسلیے لاحق ہوتی ہے کہ انسان درحقیقت جس کا بندہ ہے وہ تو اُس کی آنکھوں سے اوجھل اور اس کے حواس سے دور ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک شیطان خود آدمی کے اپنے نفس میں موجود ہے جو ہر وقت کہتا رہتا ہے کہ تو میرا بندہ ہے۔ اور لاکھوں کروڑوں شیطان ہر طرف دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے ہر ایک دعویٰ کر رہا ہے کہ تو میرا بندہ ہے یہ شیاطین آدمی کو محسوس ہوتے ہیں، نظر آتے ہیں اور ہر آن نت نئے طریقوں سے اپنی طاقت اس کو محسوس کراتے رہتے ہیں۔ ان دوگونہ اسباب سے یہ شعور کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسکے سوا مجھے کسی کی بندگی نہیں کرنی ہے، آدمی کے ذہن سے گُم ہو جاتا ہے۔ اس کو زندہ اور کارفرما رکھنے کے لیے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ انسان خدا کی خدائی کا زبان سے اقرار کرلے، یا محض ایک علمی فارمولا کی حیثیت سے اس کو سمجھ لے، بلکہ اسکے لیے قطعاً ناگزیر ہے کہ اسے بار بار اُبھارا اور تازہ کیا جائے ـــــ یہی کام نماز کرتی ہے۔ صبح اٹھتے ہی سب کاموں سے پہلے وہ آپ کو یہی بات یاد دلاتی ہے۔ پھر جب آپ دن کو اپنے کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ ہنگامۂ سعی و عمل کے دوران میں دو دفعہ آپ کو تھوڑی دیر کے لیے الگ کھینچ بلاتی ہے تاکہ احساسِ بندگی کا نقش اگر دھندلا ہوگیا ہو تو اُسے تازہ کردے۔ پھر شام کو جب تفریحوں اور دلچسپیوں کا وقت آتا ہے تو پھر یہ آپ کو

آگاہ کرتی ہے کہ تم خدا کے بندے ہو اشیطانِ نفس کے بندے نہیں ہو۔ اسکے بعد رات آتی ہے وہ رات جسے اندر کا شیطان اور باہر کے شیاطین، سب مل کر معصیتوں سے سیاہ کر دینے کے لیے دن بھر منتظر رہتے ہیں۔ نماز پھر سامنے آکر آپ کو خبردار کرتی ہے کہ تمہارا کام خدا کی بندگی کرنا ہے نہ کہ ان شیاطین کی۔

یہ نماز کا پہلا فائدہ ہے۔ اسی بنا پر اسے قرآن میں ذِکر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی یاد دہانی کے ہیں۔ اگر نماز میں اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تب بھی صرف یہی ایک صفت اس کو رکن اسلام قرار دینے کے لیے کافی تھی، کیونکہ اس فائدے کی اہمیت پر جتنا زیادہ غور کیا جائے اتنا ہی زیادہ اس امر کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ آدمی کا عملاً بندۂ خدا بن کر رہنا اس یاد دہانی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

فرض شناسی پھر چونکہ آپ کو اس زندگی میں ہر قدم پر خدا کے احکام بجا لانے ہیں، خدا کی سپرد کی ہوئی خدمات اُس کے مقرر کیے ہوئے حدود کی نگہداشت کے ساتھ انجام دینی ہیں، اسلیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ میں فرض شناسی پیدا ہو، اور فرض کو مستعدی و فرمانبرداری کے ساتھ انجام دینے کی عادت آپ کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ جو شخص یہ جانتا ہی نہ ہو کہ فرض کیا بلا ہوتی ہے اور اس کا فرض ہونا کیا معنی رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ کبھی ادائے فرض کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جو شخص فرض کے معنی تو جانتا ہو مگر اسکی تربیت اتنی خراب ہو کہ فرض کو فرض جاننے کے باوجود وہ اسے ادا کرنے کی پروانہ کرے، اس کے کیرکٹر پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور نہ وہ کسی عملی خدمت (active service) کا اہل ہو سکتا ہے۔ پس یہ بالکل ناگزیر ہے کہ جن لوگوں کو کسی ذمہ دارانہ خدمت پر مامور کیا جائے اُن کے لیے فرض شناسی اور اطاعتِ امر کی تربیت کا بھی انتظام کیا جائے۔ اس کا فائدہ صرف یہی نہیں ہے کہ کام کے آدمی تیار ہوتے رہتے ہیں، بلکہ اس کا فائدہ یہ بھی ہے

کہ روزانہ کار آمد آدمیوں اور ناکارہ آدمیوں کے درمیان تمیز ہوتی رہتی ہے۔ روز یہ فرق کھلتا رہتا ہے کہ جو لوگ خدمت کے امیدوار ہیں اُن میں کون قابل اعتماد ہے اور کون نہیں ہے۔ تمام عملی خدمات کے لیے یہ قطعاً ضروری ہے کہ ہمیشہ بالالتزام عملی آزمائش (Practical test) کی کسوٹی پر آدمیوں کو پرکھا جاتا رہے تاکہ ناقابل اعتماد آدمی ملازمت میں نہ رہنے پائیں۔

فوج کو دیکھیے۔ کن کن طریقوں سے وہاں ڈیوٹی کو سمجھنے اور اسے ادا کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ رات دن میں کئی کئی بار بگل بجایا جاتا ہے۔ سپاہیوں کو ایک جگہ حاضر ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ ان سے قواعد کرائی جاتی ہے۔ یہ سب کس لیے ہے؟ اس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ سپاہیوں کو حکم بجالانے کی عادت ہو۔ ان میں فرض شناسی کا مادّہ پیدا ہو۔ ان میں ایک نظام اور ترتیب کے ساتھ کام کرنے کی خصلت پیدا ہو۔ اور اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ روزانہ سپاہیوں کی آزمائش کی جاتی رہے۔ روز یہ فرق کھلتا رہے کہ جو لوگ فوج میں بھرتی ہوئے ہیں اُن میں سے کون کام کے آدمی ہیں اور کون ناکارہ ہیں۔ جو سست اور نالائق لوگ بگل کی آواز سن کر گھر بیٹھے رہیں، یا قواعد میں حکم کے مطابق حرکت نہ کریں، انہیں پہلے ہی فوج سے نکال باہر کیا جاتا ہے، کیونکہ ان پر یہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کہ جب کام کا وقت آئیگا تو وہ فرض کی پکار پر لبیک کہینگے۔

دنیوی فوجوں کے لیے تو کام کا وقت برسوں میں کبھی آتا ہے، اور اُس کے لیے یہ اہتمام ہے کہ روزانہ سپاہیوں کی تربیت اور انکی آزمائش کی جاتی ہے۔ مگر اسلام جو فوج بھرتی کرتا ہے اسکے لیے ہر وقت کام کا وقت ہے۔ وہ ہر وقت برسرِ کار (on duty) ہے۔ اس کے لیے ہر وقت معرکۂ کارزار گرم ہے۔ اسے زندگی میں ہر آن ہر لمحہ فرائض ادا کرنے ہیں، خدمات بجالانی ہیں، شیطانی قوتوں سے لڑنا ہے، حدود اللہ کی حفاظت کرنی ہے، اور احکام شاہی کو نافذ کرنا ہے۔ اسلام محض ایک اعتقادی مسلک نہیں ہے بلکہ عملی خدمت ہے، اور عملی خدمت بھی ایسی جس میں

رخصت، تعطیل، آرام کا کوئی وقت نہیں۔ رات دن کے چوبیس گھنٹے پیہم اور مسلسل خدمت ہی
خدمت ہے۔ اب فوج کی مثال کو سامنے رکھ کر اندازہ کیجیے کہ ایسی سخت عملی خدمت کے لیے کتنے
سخت ڈسپلن، کیسی زبردست تربیت اور کتنی شدید آزمائش کی ضرورت ہے۔ محض عقیدہ Creed
کا زبانی اقرار اسکے لیے کیونکر کافی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اُس فوج میں رکھ لیا جائے جس کو اتنی
اہم خدمت انجام دینی ہے۔ عقیدہ کا اقرار تو صرف اس ملازمت میں داخل ہونے کے لیے امیدواری
کا اعلان ہے۔ اس اعلان کے بعد یہ قطعاً ناگزیر ہے کہ اسے ڈسپلن کے شکنجہ میں کسا جائے
اس ڈسپلن میں رہ کر ہی وہ اسلام کے کام کا بن سکتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو اس شکنجہ کی گرفت
میں دینے پر تیار نہیں، اگر وہ فرض کی پکار پر نہیں آتا، اگر وہ احکام کی اطاعت کے لیے کوئی مستعدی
اپنے اندر نہیں رکھتا تو وہ اسلام کے لیے قطعی ناکارہ ہے۔ خدا کو اور اسکے دین کو ایسے فضول آدمی
کی کوئی حاجت نہیں۔

یہی دوگونہ اغراض ہیں جن کے لیے نماز رات دن میں پانچ وقت فرض کی گئی ہے۔ یہ
روزانہ پانچ بار بگل بجاتی ہے تاکہ اللہ کے سپاہی اس کو سن کر ہر طرف سے دوڑے چلے آئیں اور
ثابت کریں کہ وہ فرض کو پہچانتے ہیں، اللہ کے وفادار ہیں، اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے
ہیں، اور اسکے احکام بجالانے کے لیے مستعد ہیں۔ اس طریقہ سے ایک طرف سپاہیوں کی تربیت
ہوتی ہے اور دوسری طرف مومن اور منافق کا فرق کھلتا رہتا ہے۔ جو لوگ اس آواز پر پابندی
کے ساتھ آتے ہیں اور ضابطہ کے مطابق حرکت کرتے ہیں، ان میں فرض شناسی، مستعدی، انضباط
اور اطاعتِ امر کا مادّہ نشو و نما پاتا ہے۔ بخلاف اس کے جو لوگ اس آواز کو سن کر اپنی جگہ سے
نہیں ہلتے وہ اپنے عمل سے ثابت کر دیتے ہیں کہ یا تو وہ فرض کو پہچانتے نہیں، یا پہچانتے ہیں تو
اسے ادا کرنے کے لیے مستعد نہیں ہیں۔ یا تو وہ اس اقتدار (authority) ہی کو